مولانا محمد حنیف ندوی

نماز اور اس کے اثرات

توحید کے بعد دوسرا عامل جس سے فرد کا قلب و ذہن بدلتا ہے اور کردار و سیرت کی نئی تشکیل ہوتی ہے ، نماز ہے۔ اس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایئے کہ اگر صرف لفظ صلوٰۃ ہی کو اس کے دوسرے مشتقات سے الگ کر کے دیکھا جائے ، تو قرآن حکیم کی مختلف سورتوں میں تقریباً ۲۶ مرتبہ اس کا ذکر آیا ہے۔ ہر جگہ سیاق و سباق کی مناسبتیں جُدا ہیں۔ کہیں اس بات کا تذکرہ ہے کہ نماز کا متعین اوقات میں ادا کرنا ضروری ہے :

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین	بے شک نماز مسلمانوں پر ایسا فرض ہے
کتابًا موقوتًا ہ (نساء : ۱۰۲)	جس کا وقت متعین ہے ۔

کہیں اوقات کی وضاحت ہے :

واقم الصلوٰۃ طرفی النہار	اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں اور
وزلفًا من الیل ۔ (ہود : ۱۱۴)	رات کے حصوں میں ۔
اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس	نماز قائم کرو سورج ڈھلنے سے رات کے
الی غسق الیل ۔ (اسراء : ۷۸)	اندھیرے تک ۔

کہیں اس بات کی صراحت ہے کہ پانچ نمازوں میں ۔کن نمازوں کو روحانی برکات کے اعتبار سے زیادہ فضیلت حاصل ہے :

ان قرآن الفجر کان مشھودًا	اور صبح کو قرآن پڑھنا ۔ بلاشبہ صبح کو قرآن
(اسرا : ۷۸)	پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں ۔
حافظوا علی الصلوٰۃ الوسطیٰ ۔	تمام نمازوں کی نگہبانی کرو اور صلاۃ وسطیٰ
(البقرہ : ۲۳۸)	کی ۔

کہیں نماز کے آداب و شرائط ظاہری کی تفصیل کی گئی ہے :

یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلاۃ فاغسلوا وجوھکم۔ — جب نماز کے لیے کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھو لو۔

(مائدہ : ۶)

اور کہیں اس نقطۂ اخلاص پر روشنی ڈالی گئی ہے جس پر عبادات کی تمام صورتوں کو مرکوز ہونا چاہیے :-

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ — کہدو میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، اور میری موت سب اللہ کے لیے ہے۔

(انعام : ۶۲)

غرض قرآن حکیم نے سیاق وسباق کے تنوع کے ساتھ اس بات پر بار بار روشنی ڈالی ہے کہ بندگی اور عبودیت کے اس رشتہ کو مسلمانوں کی عملی زندگی میں آشکار ہونا چاہیے۔ نکھرنا چاہیے اور تکمیل وارتقا کے ان تمام مراحل کو طے کرنا چاہیے جو فرد کی زندگی کو لطیف تر روحانی و اخلاقی سانچوں میں ڈھال دینے کا ضامن ہے۔

نماز کے بارہ میں اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس فریضہ کی حیثیت ایک حکم اور اس کی محض بجا آوری کی نہیں، اس کا تعلق کائنات کی گہری فطرت اور عمق وباطن سے ہے۔ قرآن حکیم کے نقطۂ نظر سے یہ پورا عالم محض بے جان یا ٹھس نہیں بلکہ ایک جاندار اور ذی حیات شئ سے تعبیر ہے۔ اس کے ذرہ ذرہ میں ذوقِ عبادت رچا ہوا ہے۔

وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔ — اور کوئی شئ ایسی نہیں جو اس کو نہ سراہے اور اس کی حمد وتسبیح نہ بیان کرے لیکن تم ان کی حمد وتسبیح سمجھ نہیں پاتے۔

(الاسرا : ۴۴)

یسبح لہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔ — آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اور وہ عزیز وحکیم خدا ہے۔

(الحشر : ۲۴)

کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ — سب نے اپنی نماز اور تسبیح جان رکھی ہے۔ اور
واللہ علیم بما یفعلون ۔ — اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔

(النور: ۴۱)

البتہ عبودیت و نیازمندی کے درجات میں اختلاف ہے۔ جمادات کی سطح پر یہ ذوق ٹھوس ہیولیٰ کی آغوش میں دبا اور سویا ہوا ہے۔ نباتات میں نشو و نما اور بالیدگی کی حد تک قدرے بیدار ہے۔ حیوانات میں اگرچہ ارادہ موجود ہے، مگر اس کی تنگ و تاز کے دائرے بھی اس جبلت کے اضطرار میں سمٹے ہوتے ہیں جو بہر حال اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کی اطاعت و بندگی پر مجبور ہیں۔ ظاہر ہے کائنات کے ان تمام مظاہر میں تسلیم و رضا کی جو خُو بُو پائی جاتی ہے وہ ناقص ہے۔ اس لیے کہ اس میں قصد و ارادہ کی آمیزش نہیں اس میں شعور و ادراک کا حصہ نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس میں وہ اخلاص و احسان کا روحانی جوہر نہیں جو اطاعت و بندگی کے مقام کو آسمان تک اچھال دیتا ہے۔ یہ جوہر صرف انسان ہی میں پایا جاتا ہے۔ یا یوں کہیے کہ اس مردِ مسلمان ہی میں پایا جاتا ہے جو اضطرار و جبر کی اس نماز کو اختیار و شعور کی نماز میں بدل دینے پر قادر ہے۔

اس لحاظ سے دیکھیے تو نماز کے معنی ایک اتفاقی اور وقتی حکم کے نہیں رہتے، بلکہ فطرت کے اس ابدی اظہارِ نیازمندی کے ہو جاتے ہیں۔ جس پر نظامِ عالم کا پورا کارخانہ قائم ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو ایک مغربی مصنف نے قریب قریب ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"جس طرح اس کائنات کے تین ابعاد (THREE DIMENSION) ہیں اسی طرح نماز بھی تین ہی ابعاد پر مشتمل ہے۔ قیام، رکوع اور سجدہ۔ یعنی نماز پوری کائنات میں نیازمندی، عبودیت اور اطاعت کا جو ہمہ گیر وصف پایا جاتا ہے اس کی مکمل ترجمانی کرتی ہے۔ سجدہ کے معنی یہ ہیں کہ آپ جمادات کے اسلوب اطاعت کا اظہار کر رہے ہیں۔ رکوع کا مطلب یہ ہے کہ عالم حیوانی کے آداب بندگی میں آپ شریک ہیں۔ اور قیام اس حقیقت کا غماز ہے کہ اطاعت و بندگی کے اس نہج کو آپ نے اپنا لیا ہے جو حضرت انسان کا خاصہ ہے۔

نماز کی جامعیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں صرف غور و فکر اور استغراقِ باطنی پر اکتفا نہیں کیا جاتا اور نہ زبانی اظہارِ تشکر پر قناعت کی جاتی ہے نماز عبادت کی اس مکمل صورت کا

نام ہے جس میں ذہن و قلب پر بھی فکر و تعمق کا فریضہ عائد ہوتا ہے۔ زبان بھی اس کے ذکر سے آراستہ ہے۔ اور اعضاء و جوارح بھی قیام و رکوع اور سجدہ کی شکل میں، نیازمندی اور عبودیت پر دلالت کناں ہیں۔

اور اگر یہ اصول صحیح ہے کہ کسی قوم کے تہذیبی تصورات کی بلندی کا اندازہ اس کے طریقِ عبادت سے متعین ہوتا ہے تو ہم بغیر جھجک کے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی تہذیبی روح کو جاننے کے لیے نماز سے بہتر کوئی پیمانہ نہیں۔ اس سے اسلامی تہذیب کی رفعت و پاکیزگی کا اندازہ ہو جاتا ہے نماز ہمیں بتاتی ہے کہ عبادت کے معنی صرف قلب و ذہن کی پاکیزہ ذہنی اور جِلا کے نہیں، بلکہ یہ ہیں کہ جسم و جان دونوں کے تقاضوں کو یکساں اہمیت دی جائے اور پھر اس میں توازن و اعتدال کا یہ عالم ہونا چاہیے کہ نہ تو قلب و باطن کے تقاضے جسم و بدن کی جائز آرزوؤں کو پامال کر پائیں اور نہ یہ ہو کہ جسم کی خواہشات قلب و روح کے تقاضوں پر غلبہ حاصل کریں جسم کا حق جسم کو دینا چاہیے اور روح کا حق روح کو، اور پھر دونوں کو مل جل کر اپنی تمام تر توانائیوں اور قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں کھپا دینا چاہیے۔ یاد رہے کہ نماز جسم و روح کے اسی اتحاد کا دوسرا نام ہے بلکہ اس سے بڑھ کر قرآن کے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ نماز ورا الورا اور محدود کے درمیان ایسی پیچ کی کڑی سے تعبیر ہے جس کا ایک سرا ناسوت کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسرا لاہوت کے ساتھ استوار۔ یہ اسلوب اظہار قرآن کے گہرے فلسفیانہ انداز کی غمازی کرتا ہے۔

حدیث رسول کے مختصر ہوتے اور سادہ پیرایۂ بیان میں اسی فلسفیانہ حقیقت کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ نماز یک طرفہ عمل نہیں بلکہ عبد و مولیٰ کے دوگونہ عمل التفات کی ایک حسین صورت ہے۔ آپ اگر اس کی حمد و ثنا کریں گے تو ادھر سے بھی پذیرائی کا مژدہ سنایا جائے گا۔

قال اللہ عز وجل قسمت الصلوٰۃ	اللہ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے
بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی	کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرا بندہ
ما سئل فاذا قال الحمد للہ رب	جو بھی مانگے گا دیا جائے گا۔ سو جب میرا بندہ جب یہ کہتا ہے
العلمین ۔ قال اللہ حمدنی عبدی	کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہے جو کائنات کا پروردگار

وإذا قال الرحمن الرحيم۔ قال
الله اثنى علي عبدي۔ وإذا قال
مالك يوم الدين قال الله
مجدني عبدي۔ وإذا قال إياك
نعبد وإياك نستعين، قال هذا
بيني وبين عبدي۔ ولعبدي
ما سأل۔ وإذا قال اهدنا الصراط
المستقيم، صراط الذين أنعمت
عليهم غير المغضوب عليهم
ولا الضالين، قال هذا بيني
وبين عبدي۔ ولعبدي
ما سأل[1]

ہے تو میں کہتا ہوں کہ میرے بندے نے میری تعریف
کی ہے۔ اور جب کہتا ہے کہ وہ پروردگار رحمٰن اور رحیم
ہے تو میں کہتا ہوں میرے بندے نے میری تعریف کی ہے۔
اور جب کہتا ہے کہ وہ روزِ جزا کا مالک ہے۔ تو میں جواب
میں کہتا ہوں میرے بندے نے میری بزرگی بیان
کی ہے۔ اور جب کہتا ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے
ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں
یہ معاملہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور
میرا بندہ جو کچھ مانگے گا اُسے ملے گا۔ اور جب کہتا ہے ہمیں
سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی راہ جن کو تو نے انعام سے
سرفراز کیا۔ ان لوگوں کی راہ نہیں جن پر تیرا غضب بھڑکا
نہ ان کی راہ جو بھٹک گئے۔ تو میں کہتا ہوں یہ معاملہ
میرے بندے اور میرے درمیان ہے۔ اور میرا بندہ
جو کچھ مانگے گا اسے ملے گا۔

نماز بندہ کو حق تعالیٰ کے اتنا قریب کر دیتی ہے، اتنی بلندیوں تک اُچھال دیتی ہے کہ اگر صحیح معنوں میں دل بیدار ہو اور نفس خواہشات کے کثائف سے پاک ہو اور تعلق باللہ کی لذت وشیرینی سے آشنا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ پذیرائی کی اس صدائے بازگشت کو، جس کی خبر اس حدیث قدسی میں ملتی ہے، خود نہ سن سکے۔ آخر شبِ معراج میں نمازِ پنجگانہ کا جو تحفہ عطا کیا گیا اس کے معنی یہی تو ہو سکتے ہیں کہ محبت و اخلاص شرط ہے اگر ایک مسلمان نماز کو اپنی روحانی ترقی کا ذریعہ قرار دیتا ہے تو اسے قربِ حق کا وہ مقام ضرور حاصل ہوگا۔ جہاں یہ حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل اور طلب و دعا کی قبولیت و پذیرائی کے تاثرات کو انوار کی شکل میں دل پر نازل ہوتا ہوا محسوس کر سکے۔

نماز کے بارہ میں اس نکتہ جاں آفریں کو ہمیشہ رکھنا چاہیے یہ ایک مکمل نظامِ عبادت

---

[1] مسلم، موطا، ترمذی، اور نسائی

ہے، اور اس میں قربِ حق اور کشفِ حقائق کے ان تمام مقامات کے حصول کے امکانات موجود ہیں جن کو سالک کے دل میں خواہش و آرزو پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ ریاضت و مجاہدہ کا ابتدائی درجہ بھی ہے، اور عرفان و سلوک کا انتہائی مقام بھی یہی وجہ ہے کہ معرفت و ادراک کے کسی بھی مرحلہ میں یہ فریضہ ساقط نہیں ہوپاتا۔

آنحضرتؐ ہی کو دیکھیے آپ سے بڑھ کر تقرب الی اللہ کی منزلوں کو کس نے طے کیا ہے اور اس کے علاوہ اور کون ہے جس کی ہمتِ پرواز نے قاب قوسین کے بلند تر حدود تک پہنچایا ہے۔ مگر اس کے باوجود ذوقِ عبادت اور اظہارِ تشکر کا یہ عالم ہے کہ نماز پنجگانہ کے علاوہ رات رات بھر اللہ کے حضور رکوع و سجود کے نذرانے پیش کیے جا رہے ہیں تا آنکہ خود حضرت قدس کی جانب سے طلب و ذوق کی ان فراوانیوں پر اس احتیاط کے پیشِ نظر پابندی عائد کر دی جاتی ہے کہ مبادا عبادت و بندگی شبانہ کا یہ جوش و خروش، دن کی نشاط آفرینیوں پر اثر انداز نہ ہو۔

یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلاً نصفہ ، او انقص منہ قلیلاً ۰ او زد علیہ ورتل القران ترتیلاً ۰ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً ۰ ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأً و اقوم قیلاً ۰	اے مزمل! رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے، آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب سنوار کر پڑھو بلاشبہ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب پامال کرنے والا ہے۔ اور بات چیت کے اعتبار سے استوار اور مستحکم ہے۔

(المزمل : ۱، ۶)

نماز کو ہم روحانی ارتقا کی ابتدائی اور آخری کڑی اس بنا پر قرار دیتے ہیں کہ اسلام جس نے اس نظامِ عبودیت کو خصوصیت سے پیش کیا ہے بجائے خود انسانی ارتقا کا آخری مقام ہے۔ ہم اس معاملہ میں کسی دوئی یا ثنویت کے قائل نہیں ہیں، اور ہم یہ قطعی تسلیم نہیں کرتے کہ اسلام کے نظامِ فکر کے علاوہ بھی کوئی ایسا متوازی اور متبادل نظام ہو سکتا ہے جو انسان کے روحانی و اخلاقی تقاضوں کی تکمیل کا ضامن ہو۔

ومن یبتغ غیر الاسلام	اور جو شخص اسلام اور فروتنی کے علاوہ کوئی دین

دیناً فلن یقبل منہ ۔ تلاش کرتا ہے تو وہ مقبول نہیں۔

(آل عمران : ۸۵)

بندگی اور عبودیت کی صحیح راہ ہماری رائے میں کامل صحیح اور متوازن راہ ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس میں یا تو افراط و تفریط کی دخل اندازیاں ہیں اور یا پھر اس میں غیر اسلامی رجحانات کی آمیزش پائی جاتی ہے ۔ اس مرحلہ پر ہم یہ کہہ دینا ضروری تصور کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں صوفیائے کرام نے اخلاص ، احسان اور سیر الی اللہ کی تیاری کے لیے اپنے اپنے جس طریق کار کو اپنایا اور جس اسلوب ریاضت و مجاہدہ کو پسند کیا ، ہم اس کی افادیت کے منکر نہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ان حضرات نے مجاہدہ و ریاضت کی مروجہ صورتوں سے نہ صرف فیض حاصل کیا ہے بلکہ اپنے کردار و سیرت کی فیض رسانیوں سے دوسروں کی اصلاح بھی کی ہے ۔ لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان مروجہ سلاسل میں افادیت کے باوجود کچھ مضرت کے پہلو نہیں ہیں ۔ یہ بھی کہنا مشکل ہے کہ ان کی حیثیت دینی اور شرعی مقرر کردہ نہج و طریق کی ہے ۔ ہاں ان کو دینی مقاصد کے حصول کے لیے ایسے اجتہادی صورتوں سے البتہ تعبیر کیا جا سکتا ہے ، جن میں سہو و خطا کا امکان بھی پایا جاتا ہے ۔ اس سلسلے میں کہنے کی بات یہ ہے کہ شریعت جہاں مکمل نظام حیات ہے ، وہاں اس میں ان ذرائع اور وسائل کی تشریح کا بھی مکمل اہتمام پایا جاتا ہے ، جن کو اختیار کرنے سے انسان سلامت روی کے ساتھ روحانی اور اخلاقی بلندیوں پر فائز ہو سکتا ہے

اس وضاحت کے بعد سوال کی نوعیت یوں ہوگی کہ اچھا نماز کو آخر کیونکر تزکیہ قلب اور تحلیہ روح کی غرض سے ادا کرنا ممکن ہے یا یہ کس طرح ممکن ہے کہ بغیر شدید مجاہدہ و ریاضت کے انسان ادنیٰ خواہشات کی سطح سے اونچا اٹھ کر حضرت حق کے قرب کی لذتوں سے بہرہ مند ہو سکے کتاب و سنت پر نظر ڈالیے تو جواب بالکل واضح ہے ۔

اس سیاق و سباق میں سب سے پہلے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ نماز سے ہماری مراد ایسی نماز ہے ، جو نافع ہے ، رفع درجات کا باعث ہے ، جس سے اللہ تعالیٰ سے رشتہ و تعلق کی نوعیتیں استوار ہوتی ہیں ۔ اور آخر آخر میں فرد کو ان روحانی اور اخلاقی بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے جن کو انسانیت کی معراج سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔

عام نماز جو بہر حال فرض ہے اور جسے ہر حالت میں ادا کرنا ضروری ہے۔ سردست ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے۔ اس نماز کے کچھ شرائط ہیں۔ جن میں اولیت اس شرط کو حاصل ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے دل میں اس داعیے کو ابھارنے کی کوشش کرے کہ اب میں زندگی کے اس موڑ پہ ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کو پانے، اس کی خوشنودی کو حاصل کرنے اور اس کے قرب و حضور کے انوار سے ہمکنار ہونے کا جذبہ بے قراری کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جہاں طلب و ہمت کے قافلے ایک نیا سفر شروع کرنے کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں اور سالک اپنے لیے معرفت و ادراک کی نئی منزلوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اس مقام پہ نمازی کو محسوس کرنا چاہیے کہ اس نے نئی منزلوں کی تعیین کے ساتھ اپنی صحبت و رفاقت کے لیے ایک نئے حلقہ کا بھی انتخاب کیا ہے۔ وہ نیا حلقہ جو کردار و سیرت کی پاکیزگی کا حامل ہے اور صبح و شام ذکر یار جس کا شیوہ و شغل ہے۔

قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربہٖ فصلّٰی ۔ (اعلیٰ : ۱۴) — اس شخص نے کامرانی کو پا لیا جس نے پاکیزگی اختیار کی۔ اور اپنے رب کو یاد کیا ۔ اور نماز پڑھی

اور جب قلب و ذہن احساس کی یہ نوعیت پیدا ہو جائے گی، تو پھر دوسری شرط یہ ہے کہ اب اس بلند تر منزل، اور پاکیزہ تر رفقا کو اپنے لیے چن لینے کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا ایک سخت گیر محاسب کی طرح جائزہ لے، اور اچھی طرح دیکھے کہ جس گھر میں یہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کو کہیں رشوت، ظلم اور استحصال کے بل پہ تو تعمیر نہیں کیا گیا۔ جن کپڑوں میں ملبوس ہو کر یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو رہا ہے۔ اس کی تراش خراش میں ناجائز کمائی کا تو کوئی حصہ نہیں۔ اور یہ کہ جو لذیذ اور پرتکلف کھانے اس کے پیٹ میں خون کے سرخ ذرات پیدا کر رہے ہیں ان میں کوئی بوند اکل حرام کا نتیجہ تو نہیں۔

نماز کے ساتھ ساتھ احتساب نفس کے اس سلسلہ کا جاری رہنا نہایت ضروری ہے یہی مطلب ہے اس آیت کا :

ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر ۔ (عنکبوت : ۴۵) — بے شک نماز فحشا اور منکر سے روکتی ہے۔

یعنی جب تم نماز پڑھنا شروع کرو تو پھر یہ طے کر لو کہ اب تمھیں چھوٹی بڑی ہر طرح کی برائیوں سے باز رہنا ہے۔ یہ نہیں کہ تم برابر برائیوں کا ارتکاب جاری رکھو اور توقع رکھو، نماز خود بخود ان برائیوں کو روک دینے کا فرض انجام دے گی۔ یہ آیت اگرچہ بظاہر نماز کے بارہ ایک خبر دا طلاع پر مشتمل ہے مگر درحقیقت انشا کے حکم میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم اگر نماز پڑھو تو اس کے اخلاقی و روحانی تقاضوں کا بھی خیال رکھو۔ احکام و مسائل کی تشریح کے ضمن میں یہ اسلوب قرآن کا جانا بوجھا اسلوب ہے کہ خبر سے انشا مقصود ہو۔ اور انشا سے خبر قرآن حکیم میں اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

شرائط کی یہ صورت تو اس کے خارج سے متعلق ہے اور نہایت ضروری ہے علاوہ ازیں ایسی داخلی شرائط بھی ہیں جن کا تعلق نماز کے داخل اور باطن سے ہے۔ بحیثیت مجموعی ان میں فکر و نظر میں اس تبدیلی کا پیدا ہونا لازم ہے کہ اثنا نماز میں نماز ہی پڑھنے والا اپنے کو براہ راست اللہ تعالیٰ کے روبرو تصور کرے اور اس یقین کو پوری نماز میں قلب و ذہن پر طاری رکھے، کہ اللہ تعالیٰ سے میں ہمکلام ہوں اور اس کے دربار میں خاطی کی حیثیت سے حاضر ہوں یا یوں سوچے کہ میری نیاز مندیوں کا رُخ محبوبِ حقیقی کی طرف مڑ گیا ہے اور میری نظریں حُسن و جمال کے اس پیکر تنزیہی پر گڑی ہیں جس کی تابش و ضو سے پوری کائنات مطلعِ انوار بنی ہوئی ہے۔ اور پھر دل کے کونوں میں اچھی طرح ٹٹول کر دیکھے کہ احساس کی اس بیداری سے اس کے دل کو ہیبت و خوف کی کیفیات سے آشنا کیا ہے یا نہیں یا اس کے دل میں اس اندازِ فکر نے جمیل مطلق کے لیے شوق و طلب کے جذبات کو اُبھارا ہے یا نہیں

نماز میں احساس و تصور کا یہ وہی مقام ہے جس کی طرف حضرت جبریلؑ نے یہ کہہ کر اشارہ کیا تم اس طرح نماز کو پڑھو۔ گویا براہِ راست مشاہدۂ حق کی نعمت سے بہرہ ور ہو۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ۔

اور اگر یہ مقام حاصل نہ ہو تو کم از کم اس مقام کو حاصل کرنے کی سعی کرو:

فانک ان لا تراہ فانہ اور اگر تم اُسے نہیں دیکھتے تو وہ تمھیں ضرور

پر اٹ[1] دیکھ رہا ہے۔

عبادت کے بارہ میں قرآن نے شعور و ادراک کے اسی مقام احسان کی ایسے مخصوص انداز میں نشاندہی کی ہے۔

واذکر اسم ربك وتبتل الیہ تبتیلاً۔ (المزمل: ۸)	اور اپنے پروردگار کو یاد کر اور سب سے ٹوٹ کر اسی کا ہو جا۔
فاعبد اللہ مخلصاً لہ الدین ۵ (الزمر: ۱۱)	اور اس کی عبادت کر صرف اخلاص کے ساتھ۔

اس کے علاوہ کہ نماز مقام احسان کی طرف انسان کو بڑھاتی ہے اور تعلق باللہ کی اس منزل میں جو لذتیں اور وسعتیں پنہاں ہیں ان سے روشناس کراتی ہے اس کے کئی اور اہم فوائد بھی ہیں جو آپ سے آپ فرد کی سیرت و کردار کا جزو بن جاتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی شخص نماز پڑھے گا، تو ان میں پانچ مرتبہ اس کے دل میں وضو کی بدولت پاکیزہ اور صاف ستھرا رہنے کا احساس ابھرے گا اور یہ بلا کسی خارجی کوشش اور سعی کے اس حقیقت کا عادی ہو جائے گا کہ گندگی اور عفونت سے پرہیز کرے جراثیم کی آلائش سے بچے پاکیزگی چاہے۔ اور جسم و لباس کے معاملہ میں عملاً باذوق ہونے کا ثبوت دے۔ نماز کا یہی تہذیبی پہلو تھا جس نے قرطبہ و بغداد کے شہروں میں پہلے پہل شاندار غسل خانوں اور آراستہ پیراستہ حماموں کی طرح ڈالی منہ ہاتھ دھونے، نہانے اور صاف ستھرا لباس پہننے کی طرف یورپ کو مائل کیا۔ ورنہ کلیسا کے راہبوں نے تو بزرگی کا معیار یہ قرار دے رکھا تھا کہ جس شخص کا ظاہر جتنا گندہ ہوگا، اسی نسبت سے اس کا باطن منوّر ہوگا۔

اس کے برعکس اسلامی نقطہ نظر سے وضو کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ جس طرح، باطن کا تزکیہ ضروری ہے اسی طرح جسم و ظاہر کا پاکیزہ ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ پاکیزہ روح، غلیظ پیراہن کو گوارا کرے، یا لباس و جسم کی شائستگی

---

[1] صحیحین، ابو داؤد، اور نسائی۔

روح و قلب کی شائستگی کا تقاضا کرے۔ دوسرے لفظوں میں ان کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب اللہ کے سامنے نماز کے لیے کھڑا ہو۔ تو قلب و روح کی بیداری کے ساتھ جسم بھی بندگی کے سانچوں میں ڈھل جانے پر پوری طرح آمادہ ہو۔

نماز سے ایک فرد کو جو فائدے خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں ان میں ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے پوری زندگی نظم و قاعدہ کا روپ دھار لیتی ہے۔ روزانہ وقت پر بیدار ہونا اور کام کاج اور مصروفیات کو چھوڑ چھاڑ کر پابندیٔ وقت کے نماز کے لیے اُٹھ کھڑا ہونا ایسی عادت ہے جس سے تمام دن کے معمولات نظم و تربیت کا ایک نہج اختیار کر لیتے ہیں

نفسیاتی تناؤ اور ہیجان کے اس دور میں ہمارے نزدیک نماز پنجگانہ کی اہمیت خصوصیت سے بڑھ جاتی ہے انسان کی اس محرومی پر غور کیجیے کہ وہ ہستی جس نے علوم و فنون میں بے انتہا ترقی کی ہے جس نے فطرت کے پردہ ہائے گوناگون کو ایک ایک کر کے چاک کیا ہے جس نے فضا کی تسخیر کے منصوبے تیار کیے ہیں اور جس کی ہمت و حوصلہ کی بلندیوں نے چاند تک پہنچنے میں اس کی مدد کی ہے وہ خود اس معمورۂ ارض پر اس سائنسی تہذیب کے ہاتھوں کس درجہ مظلوم و مقہور ہو کر رہ گیا ہے۔ اس تہذیب نے ان علمی خوارق کے ساتھ کتنی نئی تمناؤں کو جنم دیا ہے کتنی نئی خواہشات اور آرزوؤں کی تخلیق کی ہے اور کتنی نئی ضرورتیں اور تقاضوں کو صفحۂ ذہن پر اُبھار دیا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اس مظلوم و مقہور انسان کے لیے تسکین و آسودگی کا کس درجہ اہتمام کیا ہے اس کے بار کو کس درجہ ہلکا کیا ہے اور نفسیاتی تناؤ کو کتنا گھٹا پایا ہے اس کا کوئی تسلی بخش جواب سائنس اور ٹیکنالوجی کی پیدا کردہ تہذیب کے پاس نہیں ہے عصبی کھچاؤ کے اس عالم میں جب ہر آن ایک مطالبہ سر اُٹھائے۔ ہر آن ایک تشویش لاحق ہو اور فکر و تردد کا ایک سماں قلب و ذہن کے سکون کو پارہ پارہ کر کے رکھ دے۔ نماز سے بہتر کون انعام ہو سکتا ہے جو کم از کم دن میں پانچ مرتبہ ہمارے لیے سکون و اطمینان کے لمحے مہیا کرے اور اس طرح ہمیں موقع دے کہ اپنے تھکا دینے والے مشاغل جانکاہ مصروفیات اور قلب و ذہن میں مسلسل جاری رہنے والی کشمکش کو بھول کر ہم "تعلق باللہ" کی پُر بہار اور پُر سکون وادیوں میں پہنچ جائیں۔ اور پھر اس وادی کی نکہت و رنگ سے جب لوٹیں تو نئی قوت، نئی زندگی اور نئے عزم و ارادہ سے دامنِ طلب مالا مال ہو۔